edited

مثنوی جذب الفت

قائم چاندپوری

مخصوص کارڈ -
مصنف :- قائم چاندپوری -
عنوان :-
ترتیب :-
اُردو مثنوی - 12

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی جذب الفت

یا

مثنوی مسمّےٰ عشق گدا

(مصنفہ حضرت قائم چاندپوری)

در مناجات

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل — تپ دل دے بقدر خواہش دل
دے وہ دل ہو جو نیشِ غم سے معمور — مشبک سر بسر جوں شانِ زنبور
ہے تا پرسوز چشم گریہ آلود — لب زخم جگر کو رکھ نمک سود
رہے یوں کلفت تن میں دل پاک — کہ پنہاں ہووے جوں اخگر تہ خاک
کرامت کر وہ عشق آتش انگیز — بنے ہر استخواں میرے سے گل ریز
مدام اک ناز پرور دہ جراحت — کرے خلوت میں دل کے استراحت
ہمیشہ جوں رگ تاک بریدہ — ہو آنسو تا سر مژگاں رسیدہ
زخون دیدہ گان تر گلو کر — نیابت دے سناں کی مو بمو کو
امیدوں کے اٹھا خاطر سے وسواس — انیس شخص دل کر شاہد یاس
کر ایسا مشتعل داغِ جدائی — ہو روشن جس سے شمع آشنائی
کھلے دل پر پدیناں باب توفیق — کہ بے پردہ عیاں ہو [illegible]
نہ ہوں من بعد محو پوچ باتی — کروں اصل سخن سے مو[illegible]

در حمد

بنام آنکہ عشق آموز دل ہے — چراغ افروز شمع سوز دل ہے
عطا کی گل کو اُن نے شکل زیبا — کیا بلبل کو اُن نے ناشکیبا
جہاں ہو اُس کا غم ہنگامہ پرداز — ہے ماتم کے تئیں شادی پہ واں ناز
لگا مو سے سے تا خار و خس طور — ہیں اُس کے شوق نظارہ سے معمور
ہے ہر ذرہ میں یاں پنہاں وہ خورشید — تو اس دعوے کے میں ہے یہ عمر [illegible]

جو کچھ دیکھے ہے تین عالم میں موجود ہے اُس کی بود سے ان سب کی بہبود
نہ ہو اُس سے اگر ذرہ کو تائید اُسے کیا رو کہ چاہے وصل خورشید
تنک نسبت گر اپنی اُس سے معلوم کہ ہو رمز حقیقت تجھ کو مفہوم
ہے دم ماہی کا جس صورت سے پانی اُسی سے ہے ہر اک کی زندگانی
جو دیکھے تو ہر اک دم کو بامعان تو کچھ سمجھے ہیں یہ کیدھر کے فیضاں
فضولی ہے اب آگے حرف گفتار ہے یکمشت نمون از چند خروار
اگر دریافتی بردانشت بوس وگر غافل شدی افسوس افسوس
الا اے ساقی فرخندہ فرجام ادب کی مے سے تو دانش کا بھر جام
کہ یاں نقد فضولی ناروا ہے نہیں یہ حمد نعت مصطفےٰ ہے

در نعت سید المرسلین حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

زہے سر دفتر ارباب ملت مداوا بخش صد انواع علت
محمد وہ کہ ہیں جتنے پیمبر ہیں اُس کے مرتبے سے سب فروتر
نہ ہوتا وہ اگر زینت دہ خاک بلاگردان خاک ہوتے نہ افلاک
ہے جتنا کچھ کہ عالم میں ہویدا ہوا اُس کے لیے سب کچھ وہ پیدا
غرض جو کچھ کہ اُس کا مرتبا ہے خدا ہی اُس کا عالم یا خدا ہے
یہ منہ اُن کی ثنا لائق نہیں ہے ثنا گر اُن کا جبریل امیں ہے
بس اب بہتر ہے اس جا گہ خموشی ہو تا عجز سخن کی عیب پوشی
کہ اکثر جو سکوت برمحل ہے سخن پر اُس کو سو جا گہہ خلل ہے
خداوندا بپاے آل پیمبر بحق باطن ہر چار سرور
کہ ہوں گو قابل نار جہنم جو تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم
شقیقوں پر تنک میرے نظر کر اس آتش کو ٹک اُس پانی سے تر کر
کہ جس جا گہہ ترا فضل و عطا ہے میں کیا اور کس قدر میری خطا ہے

آغاز داستان احوال گدا و آمدن برات در آں جا

الا اے چارہ ساز بادہ نوشاں زباں گویا کن مست خموشاں
ہے عرصہ دل یہ خاموشی سے اب تنگ رہے کب تک یہ آئینہ تہ زنگ

سنے وہ مے جائے جس سے دل کی کلفت — کہوں میں داستان مذہب الفت
شب اک ماتم سرائے خانۂ عشق — بیاں کرتا تھا یوں افسانۂ عشق
کہ تھا پنجاب میں اک مرد درویش — گرفتار بلائے حالت خویش
ہمیشہ دست دل سے پائے کوباں — سدا آشفتہ سر جوں زلف خوباں
حزین عشق مانند دم سرد — بسانِ جانِ عاشق سر بسر درد
گداز تن سے تھا از خویش رفتہ — ہو جوں محو چکیدن موم تفتہ
یہ تجویز جنوں دلدادۂ عشق — ولے عاشق نہ تھا آمادۂ عشق
مقام اُس کا تھا اک جا گہ سر راہ — بوضع نیک ہے جیسے تو آگاہ
مدام اُس جا کو رکھتا اس قدر پاک — کہ کوئی آب گوہر سے ہے یاں خاک
اگر تنکا تو واں سے ڈھونڈھ لاوے — تن لاغر سوا اس کے نہ پاوے
عجب ہے لطف سے شاداب و خرم — کہ ایسا قطعہ دیکھا ہے بہت کم
کئی اک صحن میں اُس کے خیاباں — سو گویا انتخاب باغ رضواں
شجر واں کا ہر اک اتنا بخوبی — نہ پہونچے جس کی کیفیت کو طوبی
بہم اس طرح شاخیں تھیں نمودار — گلے میں باہیں جوں ڈالے ہیں دو یار
غرض سایہ کی واں کے ہر سلاسل — کشاں تھی سو طرف سے دامن دل
مسافر جو کوئی اُس راہ آتا — وہ دل سے یاد منزل کی بھلاتا
سرائے دہر تھی گویا وہ جا گہ — کہ جو آیا سو بھولا منزل و رہ
وہ اک احوال سے بیچارہ درویش — مقیم اُس جا میں تھا با خاطر ریش
نہ اُس سے دل کو اک چیونٹی کے آزار — نہ اُس پہ نیک و بد سے خلق کے بار
بسر کرتا تھا جس صورت سے دن رات — کہاں پائی فرشتہ نے یہ اوقات
خوشا احوال یاران گذشتہ — کہ جن کی زیست تھی رشک فرشتہ
ایک ہم ہیں خلقت انساں کے ننگ — کسی سے ہم - کوئی ہم سے ہے یاں تنگ
ہے بدتر مرگ سے وہ زندگانی — کہ جب تب دل پہ ہو بیم فلانی
بہشت آں جا کہ آزارے نباشد — کسے را با کسے کارے نباشد
غرض جب تک وہ تھا اس خاکداں میں — بخوبی شہرہ تھا سارے جہاں میں

بد و نیک جہاں سے چشم بستہ ہمیشہ بر دل دلہا نشستہ
دلوں کا پاس تھا آرام اُس کا تھی خدمت ہر کسی کی کام اُس کا
قضا نے اس میں یہ بازی اُٹھائی کہ ناگہ اک برات اُس راہ آئی
زبس دیکھی جگہ مطبوع و جا سرد اُتر بیٹھے ہر اک سو عورت و مرد
جہاں یہ قافلہ اُترا تھا سارا وہیں یک سمت دولہن کو اُتارا
ہوئی گرمی سے ڈولی کی یہ جب تنگ کیا اُن نے ہوا کھانے کا آہنگ
نکالیں اُنگلیاں پردے سے ادھر رکھی اک ڈھب سے پشت دست دُو پر
تعال اللہ چہ فندق اور چہ انگشت کہ دیں تھی خونبہائے خلق یکمشت
وہ کافر دیکھنے میں آنکھ کی تونچ جو شوخی میں کرے تھی برق سے کھونچ
کہوں کیا بات منہ کی جس کے آگے کئی خورشید کو چکچوندھ لاگے
جو دیکھے یک نظر وہ روئے زیبا نہ ہووے پھر کسی رو سے شکیبا
دو چار اُس سے ہوا یہ مرد درویش گیا بیچارہ یک جھپکے میں از خویش
نہ جانے تھی نگہ یا تیر تا تار کہ اک تحریک میں دل سے ہوئی پار
کوئی ایک دم جو تھے یک جا وہ خورسند ہوئے باہم ہزاروں عہد و پیوند
نگاہوں میں رہا صد بحث و تکرار نہ تھا ہر چند واں امکان گفتار
محبت نے کی دونوں دل میں تاثیر ہوا پر خانہ دو تودوں میں اک تیر
اس عرصہ میں کچھ اک دھیمی پڑی دھوپ مس خورشید کا سیمیں ہوا روپ
طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت کہ چلیے اب نہیں اتنی تمازت
الا اے ساقی خون جگر نوش نہ کر یاں تک حق صحبت فراموش
کوئی یہ بھی دل آزاری کا ڈھب ہے کہ میں مرتا ہوں تو رخصت طلب ہے

رخصت شدن برات از انجا و بیتاب شدن فقیر

عجب وہ ہے یہ راہ آشنائی نہ ہوں گر جا بجا خار جدائی
ولے یہ بات اندیشہ میں کب آئے کہ عشق و وصل یک جا گرہ کھائے
کہیں دو دل نظر آئے نہ خورسند کہ لیویں کام دل باہم وہ یک چند
چنانچہ نوحہ سنج بزم تاثیر کرے ہے اس طرح یہ بات تقریر

که جب وہ قوم اور یه ماہ رخسار
ہوئے چلنے کو اُس تکیے سے تیار

وداعِ یار نے کی یه منادی
که یہاں آخر ہے غم انجام شادی

کسے جوں زخم گردوں نے ہنسایا!
که ہنسنے میں نه خوں اُس کو رُلایا

غرض ادھر تو جلتی تھی وہ دلریش
اُدھر لوٹے تھا آتش پر وہ درویش

نه اس کو کچھ سخن کرنے کا یارا
نه اُس کو جز خموشی اور چارا

یوہیں باہم تھے یه نحو بلا یا
که ناگه واں سے وہ ڈولا اُٹھایا

ہوا وہ قوم جب تکیے سے راہی
اجازت اُن نے اس مجذوب سے چاہی

کہا اُن نے نگاہوں میں که مختار
بدا قسمت کا گر یوں تھا تو ناچار

گئی وہ اُس طرف اور یہاں یه غمناک
کھڑے تھا زیر لب با چشم نمناک

که اے گردونِ دوں یه کیا کیا تیں
وہ دل سا نقد یوں اوراں دیا تیں

کوئی دیتا ہے اُس ظالم کو بھی دل
که جاوے چھوڑ کے صید نیم بسمل

وہ کیا دیکھی خطا مجھ سے که یک بار
کیے ہیں وقفِ جاں صد نیشِ آزار

چبھی دل میں مرے یارب یه کیا پھانس
که جی میں خار سا کھٹکے ہے ہر سانس

میں جس خطرہ سے نت کرتے تھا بر خویش
وہی آفت مرے لایا تو در پیش

پڑی دل میں مرے وہ آتشِ غم
که مانگے الاماں جس سے جہنم

میں ہوں وہ طائرِ بازو شکستہ
که ہوں صحرا میں باصد غم نشستہ

جلیں اُن سے بناگہ خار و خاشاک
پڑے جب تک نگہ تے جل کے ہو خاک

میں ہوں وہ تشنہ کام دشتِ حسرت
نظر آیا جسے پانی بہ کثرت

گیا نزدیک جب اُس کے پیا زسیر
تو دیکھا اک سرابِ خشک اور خیر

اسی دلچسپ سے تلق میں تھا وہ رنجور
که نظروں سے گیا ڈولا کچھ اک دور

کھڑے ہو کر کی اُن نے یکدم غور
نه اس میں بڑھ گیا آگے وہ کچھ اور

چڑھا اک پیڑ پر وہ شعلہ آسا
تفِ دل سے لہو کا اپنے پیاسا

جہاں تک قوتِ مدِ نظر تھی
یه تکتا یہاں اور نگہ اُس کی اُدھر تھی

نظر آنے سے مطلق رہ گیا جب
ہوا اور روز روشن تیرہ جوں شب

گرا اوپر سے نیچے وہاں وہ مجروح
گئی دنبال ڈولی کے چلی روح

اٹھا ہر سو قیامت کا سا اک شور
کہے تو پھونکی اسرافیل نے صور

گریباں چاک گرد اس کے اک عالم
کہ سب تھا نوحہ و فریاد و ماتم

سنے تھا جو کوئی یہ حرف جانکاہ
نہ مارے تھا وہ دم جز نالہ و آہ

دل اس کے غم میں لاکھوں کلفت اندوہ
ہزاروں چشم و مژگاں گریہ آلود

نہایت بعد جزع و فزع بسیار
ملا خاطر یہ لگا کہنے ہر اک یار

کہ یہ جا اس کے جیتے جی تھی مرغوب
یہیں رکھیے جو اب اس کو تو ہے خوب

غرض جس طور پہ ہے رسم و آئیں
کیا اس مرد کا تجہیز و تکفیں

الا اے ساقی خمخانۂ عشق
ادھر سے یک دو سہ پیمانۂ عشق

یہ کیا پیمانہ لبریز غم یار
ہے جس میں سر بسر فرقت کا تکرار

نہ جانے یہ محبت کیا بلا ہے
کہ جس کی آگ میں عالم جلا ہے

نہ تنہا عاشق اس سے شیون آہنگ
ہیں خوباں بھی اسی اندوہ میں تنگ

جہاں پاوے گا تو آشفتہ بلبل
پھٹا دیکھے گا جیب طاقت گل

ہوا پروانہ جل کر کس جگہ ڈھیر
کہ واں کھینچی ہو جیسی شمع نے دیر

بیتاب شدن دختر از عشق فقیر مردہ

چنانچہ واقف راز نہانی
کرے ہے اس طرح آفت بیانی

کہ یہاں درویش نے جس وقت دی جان
وہی ساعت وہی لحظہ وہی آن

وہ شوخ اس طرح واں آشفتہ سر تھی
گویا اس حال سے اس کو خبر تھی

غرض یہ عشق جب کھووے ہے پردے
جو حائل کوہ ہو تو شیشہ کر دے

یہ ایک ادنے محبت کا اثر ہے
کہ دل کو حال سے دل کے خبر ہے

پہ وہ پختہ اسے سمجھے ہے سارے خام
پڑا ہو جس کو اس صورت سے کچھ کام

کہ یہ دو شخص گو ظاہر میں ہیں دو
پہ باطن میں نہیں فرق سر مو

خیال ہم ہے اُن کے بیچ اس طرح
دو آئینہ میں اک صورت ہو جس طرح

جو کچھ اول میں تیں دیکھے ہے تمثال
بعینہ ہے وہی ثانی کا احوال

ہے یہ بھی بلکہ اک حرف گدائی
جہاں ہوتی ہے یا ہم آشنائی

نہیں اتنی بھی واں آپس میں تفریق
ہے میرے قول کی یہ بات تصدیق

حکایت بسبیل تمثیل

سنا ہے میں کہ تھا لیلےٰ کا یہ قصد
کہ بہر رفع وحشت کیجئے فصد

ہوا فصاد حاضر حسب ارشاد
پہ کیا فصاد اس فن کا اک استاد

ہر اک نشتر پہ اُس کا شوخ و سر تیز
کہ مژگاں سے کسی کافر کی خونریز

سلیقہ کا کہوں اُس کے میں کیا حال
کہ چیرے تھا وہ آنکھیں مونچ کر بال

جہاں ہوتا تھا گرم دستکاری
رگ خارا سے خوں کرتا تھا جاری

اُسے خلوت میں جب اُن نے بُلایا
وہ لے آلات خدمت واں در آیا

ہوا اُس سے مساعد چرخ کج باز
لی اپنے ہاتھ میں وہ ساعد ناز

کہ جس کے ناز کا انداز محرم
اگر ہوگا تو کچھ مجنوں ہے یا ہم

غرض جس شکل سے تھی خواہش دل
کیا کام اُن نے اُس ساعد سے حاصل

ہوا جاری رگ لیلےٰ سے یہاں خوں
چھوٹی تب نشتر وہاں فصد مجنوں

ہزار افسوس اُس جاگہ نہ تھے ہم
کہ اپنے ہاتھ سے کرتے لہو کم

یہ کیا معنی کہ اک حجام بے مغز
لے اپنے ہاتھ سے وہ ساعد نغز

اسے لا اے ساقی خم خانۂ ہوش
میں بدحلوی سے کی منزل فراموش

دے وہ مے تا یہ سب خطرے بھلاؤں
سخن کوتہ کروں مطلب پہ آؤں

رسیدن نازنین بخانہ شوے

جو کوئی یاں رکھے ہے طالع شوم
جو یہ پائے ہما ہو جائے وہ بوم

اگر گوہر کہیں سے ہاتھ میں لائے
برنگ ژالہ پانی ہو کے بہ جائے

وگر پائے طلائی دست افشار
وہ ہو جوں موم اُس کے ہاتھ میں خوار

چنانچہ نقد کا اس زر نے صراف
کہے ہے اس طرح احوال اسلاف

کہ جب وہ نازنیں گھر بیچ آئی
دی جان ہر اک نے اُس کو رونمائی

نچھاور کے لیے پھینکے یہ سب دُر
کہ صحن خانہ گوہر سے ہوا پُر

ہوئی جو چشم اُس رو پہ نظر باز
گیا اُس چشم پہ نظارہ سے ناز

شغف سے واں ہر اک دل کا تھا یہ رنگ
کہ مثل غنچہ تھی تن پہ قبا تنگ

زن و مرد قبائل تھے جو کچھ واں
خوشی سے ہمہ گر تھے تہنیت خواں

تھی گھر میں ہر طرف شادی سے دھوم
پہ وہ بیچارہ اک حالت میں مغموم

نہ اُس کو صبر نے طاقت نہ آرام
ہمیشہ گریہ و زاری سے تھا کام

ہر اک دم تازہ اُس کو اک خلش تھی
مقیم سینہ جائے دل تپش تھی

برنگ زلف گہ آشفتہ اطوار
گہے جوں نرگس مخمور بیمار

جگہ غازہ کی منہ اوپر وہ بیتاب
کرے تھی گریہ سے تزئین خوناب

بجاں سب گھر کے لوگ اُسکے تعجب سے
ولے واقف نہ تھا کوئی سبب سے

بقدر فہم ہر یک کو چک و پیر
کرے تھا اُس کے بہ ہونے کی تدبیر

یہ عارض تھی اُسے ہر دم تباہی
تپاں تھی جس طرح خشکی میں ماہی

نسیم آسا اُڑاتی تھی کبھو خاک
کبھو جوں گل کرے تھی پیرہن چاک

کبھو نوچے تھی سر کے بال غم سے
کبھو نالاں تھی فرقت کے الم سے

کبھو کہتی تھی ہے ظالم وہ مظلوم
کیا ہے کن امیدوں سا تھ محروم

دماغ اپنا جلاتے تھے زن و مرد
پہ صد چنداں تھا ہر یک لحظہ وہ درد

بہت کھینچی جب اُس دکھ نے درازی
نظر آئی یہ سب کو چارہ سازی

کہ اس مجروح غم کو سوے خانہ
بہر تقدیر کیجے اب روانہ

پہ لکھے خط کہ تا لینے کوئی آئے
اسے جس حال سے ہو وہاں کو لیجائے

اسے اے بادہ نوش گردش دہر
نہ دینا جام مجھ کو ہے کیا قہر

ہوں لب تشنہ نہایت مثل خامہ
دے وہ مے جس سے ہوں سرگرم نامہ

مضمون خط

دبیر واقف تفصیل و اجمال
بایں تقریب لکھتا ہے یہ احوال

کہ اے تاج سر قوم و قبائل
سراسر شفقت و اشفاق مائل

وہ گوہر جس کے رشتہ سے ہر اک یہاں
گہر کی طرح تھا بر خویش نازاں

نہ جانے کیا ہوئی اُس کو تب و تاب
ہوا جا ہے کچھ آپ ہی آپ بے آب

وہ نادیدہ خزاں گلبرگ نوخیز
ہے جوں شاخ کہن ہر دم ورق ریز

خدا جانے کہ اُس کو کیا بلا ہے
برا تقدیر کا آخر کو کیا ہے

جہاں تک چارہ داں تھے سب ہی لاچار
پہ کچھ سمجھا نہیں جاتا یہ آزار

مگر بعضے کوئی بعد از تامل — کریں ہیں اس طریقہ پر تعقل
کہ تھی یہ اقربا سے اپنے مالوف — ہے صحت اسکی وہاں ہونے پہ موقوف
سو یہ گھر اور وہ گھر سب ایک سا ہے — یونہیں گر مصلحت ٹھہرے بھلا ہے
کسی کو بھیجئے ادھر روانہ — کہ لے جا اس کو یہاں سے سوئے خانہ
کیا یہ لکھ کے خط ملفوف جس دم — ہوئے اس مصلحت سے سب وہ خورم
لکھا تقدیر کا ہرگز نہ جانا — کہ کیا کرتا ہے ایک دم میں زمانا
دیا یہ خط کسو ایک پیک کے ہاتھ — کہ جانا یہاں سے وہاں تک اُسکو اک رات

رخصت شدن نازنین بہ خانہ پدر

نہ ہے تقدیر کے اُس کے سرائر — ہے کیا دانش جو ہووے اُن پہ دائر
ہمارے فہم میں کتنا کچھ آوے — کہ اُس کی کنہ ماہیت کو پاوے
کرے ہیں سب ظاہر ہم تدابیر — پہ کیا جانے ہے کیا اسرار تقدیر
چنانچہ یہ سُنا ہے میں کہ جس دم — ہوا یہ پیک اُس منزل کا محرم
تھے اُس گھر کے جہاں تک پیر و اطفال — ہوئے اُس سے یہ سب پرسان احوال
پس از تبلیغ چندیں حرف جانکوب — دیا اُن نے انھیں آخر وہ مکتوب
لیا اور بعد پڑھنے چکنے کے یکسر — ہوئے اس ماجرا سے سب وہ مضطر
پہنچی نزدیک از بس ظلمت شام — وہیں وہ رات بیتی کام ناکام
اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ — شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ
عجب حالت رہی اُن سب پہ طاری — نہ تھا کچھ کام جز اختر شماری
نہ ان کا حال بد کرنے سے ادراک — گریباں صبح صادق نے کیا چاک
شفق نے طرح اُس گل پیرہن کی — رنگی لوہو میں پوشش سب بدن کی
پڑی پھیکی جو ٹک شب کی سیاہی — ہوئے وہاں کو پھر ان کے لوگ راہی
پس از قطع مسافت یہ عزیزاں — ہوئے وارد جو وہاں افتان و خیزاں
جہاں تک اُس جگہ کے تھے اکابر — ہوئے خدمت میں اُنکے آ کے حاضر
کھولائیں کمریں اور جھاڑے سر و رو — بٹھایا اُن کو اور بیٹھے ہر ایک سو
ہیں جس صورت سے خدمت کے سر انجام — بجا لائے وہ سب انواع اکرام

غرض بیٹھے یہ وہاں جب فارغ البال / ہوئے اس خستہ سے مستفسر حال

کہ اب اس کے مرض کا ڈول کیا ہے / اسی صورت سے ہے یا کچھ شفا ہے

دکھایا ہے جنھیں اس کو مکرر / کریں ہیں کیا وہ بیماری مقرر

سر حرف و حکایت بسکہ وا تھا / کہا ہر ایک نے جو کچھ ماجرا تھا

بہم ملتے تھے سب افسوس سے ہاتھ / پہ ناآگاہ اس سے ہے یہ کیا بات

غرض جب تک کہ یہاں اجماع وہاں تھا / ہر ایک اس ذکر سے رطب اللساں تھا

کہ آخر جمع کا چلنا مقرر / ہوئے یہ مائل آرام یک سر

الا اے ساقی جام مے ناب / رہے گا کب تلک تو بیخود خواب

تنک اُٹھ اور سر انجام سحر کر / صبوحی سے لب ساغر کو تر کر

مجھے کر ایک دو پیمانے میں تک لال / کہ لگتا ہے مجھے رخصت کا احوال

نہ رخصت یہ کہ اس مہ کی ہے یہاں سے / یہ رخصت ہے ارے ظالم جہاں سے

رسیدن نازنین بہ تکیہ درویش

ارے اے گردش افلاک بے مہر / ملائے خاک میں کیا کیا تو مہ چہر

تھے خوبی میں جو کل مشہور ایام / نہ آج ان سے نشاں باقی ہے نے نام

وہ کس سبزہ نے ایسا سر اٹھایا / نہ جس کو خاک میں تو نے ملایا

کوئی پاکیزہ گوہر یہاں نہ چھوڑا / جسے سنگ جفا سے تیں نہ توڑا

ترے ہاتھوں سے بلبل نالہ کش ہے / تجھی سے گل سدا آشفتہ وش ہے

دی تو نے جان شیریں پل میں برباد / ترے سر پر ہے ثابت خون فرہاد

ہیں یہ باتیں تو اک مدت کی جو ہیں / کئے ہیں حال میں کیا کیا ستم تیں

ہے کل کی بات دوں ہارا تو درویش / ہے آج اس نازنیں کا فکر در پیش

چنانچہ مشعل افسردہ معانی / کرے ہے اس طرح آتش زبانی

کہ جب شب پر ہوا خورشید فیروز / پڑا ہر چار جانب غلغل روز

ہوئے اس خواب نوشیں سے یہ بیدار / کیا سب ساتھ کے لوگوں کو تیار

کہ یہ تھیں گھر میں اس مہرو کی تزئین / ہے دنیا ہیچ جیسی رسم و آئیں

پہ نا کردہ تباہ تن میں وہ بیباک / کرے تھی مثل گل دامن تلک چاک

یہ سب کرتے تھے ساتھ اُس کے مدارا — پہ وحشت اُس کی ڈھونڈے تھی کنارا
نہ تھا اُس کو کسی کے ساتھ آرام — وہی دیوانگی سے دمبدم کام
نہایت اک کنیز کہنہ عصر — کہ دلکش نظم تھی جس کی ہر اک نثر
جہاں گرم سخن ہوتی تھی وہ زال — تھی وہاں دلالہ ڈھتالہ کیا مال
ضعیفی سے کہوں اُسکی میں کیا بات — کہ جس نے کی تھی بڑھیا آگ کی مات
جھکا تھا بسکہ پیری سے وہ قامت — تھی سر پر ٹھوکروں سے نت قیامت
رکھے تھی ہاتھ میں اپنے جو چسماق — کہیں اونچی تھی اُس سے پاؤں کی ساق
غرض اُس ڈول پہ یہ کاردانی — ہے گویا مادر گیتی کی نانی
ہوئی درپے فسونسازی کے یہ جب — ہوئے اُس سے جدا جتنے تھے وہاں سب
نہ جانے کیا کی اُس کافر نے تدبیر — کیا دو دو سخن میں اُس کو تسخیر
جب اُس حالت سے آئی کچھ سر راہ — سواری میں یہ بیٹھی اور وہ ہمراہ
مگر وہ غم تھا کچھ اس کے سلیقے کم — کہ گردوں نے دیا اُس غم پہ یہ غم
تھی گویا شاق اُس مہ پہ کلفت دار — پہ کیا کیجے ہے لازم گنج کو مار
چلی القصہ جب یہاں سے سواری — ہوئی دونی وہ اُس کی بیقراری
نہ تھا صبر و سکوں اُس کو نہ آرام — پہ وہ باتوں میں کرتی تھی اُسے رام
کبھو کہتی تھی خویش و قوم کا حال — کہ تجھ بن زندگی اُن پر ہے اشکال
کہے جو تھے اہل شفقت کا ہے معمول — یہ باتوں میں اُسے رکھتی تھی مشغول
کہ اُس کے دل سے کیونہیں غم غلط ہو — پہ جو ہونا نہ ہو وہ کس نمط ہو
ہیں دلجوئی کے جس صورت سے انداز — سر زلف سخن کرتی تھی وہ باز
غرض کرنے کو اس وحشی کی تسخیر — بچھاتی تھی وہ دام حسن تدبیر
کہیں اس میں سے ملے وضع روایت — کی اُس کو کچھ سے بھی اُن سے حکایت
کہ یک جا آئے ہے آگے سر راہ — نپٹ دلچسپ اور مطبوع و دلخواہ

نسخہ۱ جہاں بیٹھی نہ اُٹھتی تھی وہ دن رات
نسخہ۲ یہ نحو قصہ و دستان منقول — کبھو رکھتی تھی اُس وحشی کو مشغول
نسخہ۳ کبھی جیسے ہے دلجوئی کے معمول

جگہ اتنی تو کیا ایک مختصر ہے
عجب کچھ لطف ہے پر سبز و تر ہے

زمرد تو نہ کہدے اُس کو زنہار
پہ خاتم سے ہے عالم کے نگیں دار

گلوں میں سبزہ یوں لہرائے ہے وہاں
ہو جیسے مور مستی میں پر افشاں

غرض وہاں کے خیاباں کے ہر اطراف
ہے سینہ سے بھی آئینہ رویوں کے کچھ صاف

چل اب بیٹھیں لگے اُس جاگہ کوئی دم
فرو ہوتا دل محزوں سے کچھ غم

گلوں کے ساتھ واں کرنا تو بازی
ہوتا بلبل کے دل کی چارہ سازی

پریشاں گل پہ کیجے تار سنبل
ہم شرمندہ ہوں تا سنبل و گل

نہیں گل شاخ پر البتہ مرغوب
جو پہنچے ہاتھ تک تیرے تو ہے خوب

سُنے جب اُن نے یہ حرف فسوں دم
ہوئی دل میں نہایت شاد و خورم

پر ایک نحو تغافل سے وہ عیار
کرے تھی اُس سے وہاں جانے کا اقرار

کہ تیری مصلحت گر ہے اسی طرح
نہیں سر پھیرنا مجھ کو کسی طرح

ہے اس سے اور کیا بہتر جو یک دم
خوشی سے گذرے ایک جاگہ یہ باہم

اسی صورت سے تھا یہ ذکر و اذکار
کہ وہ تکیہ ہوا ناگہ نمودار

ہوئی اُس سے جدا وہ دایہ پیر
دیا ہر ایک کو اُن نے عرض تدبیر

کہ ہیں غمگیں نپٹ پایا ہے اُس کو
سمجھ باتوں میں پرچایا ہے اُس کو

مرض کا اُس کے یہ سمجھا ہے اب پیچ
اسے اک کلفت خاطر ہے اور ہیچ

مناسب ہے جو یاں اُترے کوئی دم
کہ کچھ آساں ہو اس پر شدت غم

زبس یہ بات تھی مقرون تفہیم
ہر ایک نے اس کی کی تصدیق و تسلیم

کیا حضار نے واں سے کنارا
اُسے پردہ کر اُس جاگہ اُتارا

الا اے ساقی مے خانۂ ناز
نہ رکھ مے کو لب ساغر سے تو باز

غنیمت ہے ارے ظالم کوئی دم
کہ ہے عرصہ زندگانی کا بہت کم

کہ شمع بزم ہستی آہ فریاد
سدا رہتی ہے زیر دامن باد

نہ کر یہ تنگ عرصہ مجھ اوپر تنگ
خدا جانے زمانہ کیا کرے رنگ

تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے
مرے دل کی جراحت کی قسم ہے

قسم ہے تجھ کو اپنے زلف و رو کی
قسم ہے تجھ کو گل کے رنگ و بو کی

قدح کو آتش تر سے کے بھر تو — طراوت دے گل داغ جگر کو
تنک بہکے جو اس مے سے مرا گام — حدیث جذب الفت پائے اتمام

در خود کشیدن عاشق آں نازنیں را

خوشا تاثیر جذب عشق کامل — سراپا ہے اثر جس سے ہر ایک دل
نہ دے جا کہربا اس طرح سے کاہ — کرے جوں جذب جاناں جان آگاہ
تصرف تا شریک آب و گل ہے — کشاں آہن کو مقناطیس دل ہے
کیا ہے دل نے آئینہ کو حیراں — دیا ذرہ کو دل نے شوق طیراں
کرے عاشق کا یہ ظالم اگر کام — نہ دے معشوق کو بھی ایک دم آرام
فسوں سازی پر اپنی جب کبھو آئے — جنازے پر نہیں تو گور پر لائے
اسی صورت سے اس کافر کے ہیں ڈول — چنانچہ ہے اُسی راوی کا یہ قول
کہ جب وہ نازنیں تکیہ میں آئی — جگہ درویش کے ایک گور پائی
وہ نیش غم جو تھا خاطر میں ہر روز — ہوا جوں نیش عقرب نالہ آموز
کیا سد آہ آتش ناک نے جوش — پہ غیرت اُس کو کہتی تھی کہ خاموش
چھپنے دل سے ہزاروں نالے تا لب — دے دل جانتا تھا اُن کو یا لب
ہزاروں گریہ کے اُٹھتے تھے طوفاں — نہ تھا اک رشحہ لیکن زیب مژگاں
غم دل کا کرے تھی سو طرح ضبط — پہ ضبط و عشق سے غافل ہے کچھ ربط
شرار غم نے کی آخر شرارت — بدن میں یک بیک آئی حرارت
لگا کر ماہ سے اور تا بہ ماہی — نظر میں چھا گئی یکسر سیاہی
گری بے طاقتی سے واں یہ غمناک — طرح پانی کے لرزی ہر طرف خاک
پکڑتے تھے اُسے ہر چند احباب — پہ نکلی جاتی تھی ہاتھوں سے جوں آب
گلوں پہ تھی اُسے یوں اضطرابی — انگاروں پہ ہو جوں سیخ کبابی
اسی صورت سے یہ غلطاں تھی کچھ دور — کہ جذب عشق نے ٹکڑے کی وہ گور
اٹھا دود دل اُس جاگہ ایک ایسا — نظر آنا جسے کہتے ہیں کیسا
نہ جانے پھر کہ واں کا حال کیا تھا — یہی وہ گور تھی یا اژدہا تھا
کہ جس نے بے تامل ایکدم میں — لیا اُس ناز پرور کو شکم میں

اُسے اُس گور نے جس طرح کھایا — نہ ماہی بیچ یوں یونس در آیا
ہوئی جوں آب پیکاں یہ تہ خاک — رہے باہر وہ سارے مثل خاشاک
الا اے ساقی دردی دہ غم — اٹھاؤ ہے یہ ساری بزم ماتم
نہیں یہ دور ہے دورِ جہاں ہے — تنک فرصت کو یاں عرصہ کہاں ہے
شتابی کر تنک اے ظالم شتابی — نہیں گر جام لا اک بھر گلابی

عاجز ماندن اقربائے نازنین و تسکین دادن مردمان

جو کوئی آب و گل سے یاں بنا ہے — مآل اُس کا یہی آخر فنا ہے
ہر ایک کو یہاں بھی عقدہ ہے درپیش — ہو شاہ خانہ یا تکیہ کا درویش
چنانچہ نوحہ خوان بزم ماتم — کرے ہے اس طرح سے نالش غم
کہ اس حالت کو جب گذری کچھ ایک دیر — لگا آنے نظر درویش کا ڈھیر
نہ دیکھا رخنہ اُس جاگہ میں سنے درز — مسلم جس طرح سے تھا اُسی طرز
مگر باقی تھا اُس مدت سے یہ آثار — کہ ایک گوشہ تھا مقنع کا نمودار
کہا سب نے کہ کھودیں اس جگہ کو — ہو شاید اُس تلک لے جائیں رہ کو
جو کھولا گور کو تو وہ وفا کوش — تھے دونوں ایک بغلی میں ہم آغوش
اگرچہ دو تھے یوں ظاہر میں وہ لیک — مشابہ یہ کہ دونوں ہیں گویا ایک
نہ کر سکتا تھا فرق اس میں کوئی فرد — کہ ہے زن کونسی اور کون ہے مرد
جو تھے اُس نازنیں کے اقربا وہاں — ہوئے اس ماجرے سے سب وہ حیراں
کہ یارب کس طرح اب گھر کو ہم جائیں — بھلا جاویں تو منہ کیا لے کے دکھلائیں
جو پوچھیں گے ہمیں خویش و برادر — کہاں چھوڑی وہ تم نے نازپرور
جواب اس کے سوا ہم کیا کہیں گے — کہ شرمندہ ہے ہو کر چپ رہیں گے
برنگ گل گریباں چاک و مضطر — پڑے لوٹے تھے اُس مرقد کے اوپر
کہ یارب فرق ان کا کس طرح پائیں — کسے رہنے دیں یہاں اور کس کو لے جائیں
نہ بن آئی کوئی جب اُن سے تدبیر — کیا اُس گور کو ویسا ہی تعمیر
کوئی کرتا تھا تن پہ پیرہن چاک — کوئی ڈالے تھا سر پر متصل خاک
کسی کی چشم خونبار اشک سے تر — کوئی پیٹے تھا سینہ اور کوئی سر

تھے غنچے وہاں کے سب اس غم سے دلتنگ — نہ تھا پھولوں کے اوپر مطلقاً رنگ
ہوا جو سرد اس حالت سے آگاہ — بنا سر تا قدم وہ صورت آہ
سر شاخ و بن اس جا گہ تھے جو پات — ملیں تھے ہم مگر افسوس سے ہاتھ
ایک عالم اُن کے گرد اگرد یوں جمع — ہو پروانوں کی جوں کثرت سر شمع
پھر آخر جس طرح ہے رسم و آئیں — لگے کرنے انھوں کی لوگ تسکیں
کہ گو کیجے ہزاروں نالہ و آہ — نہیں یاں سے گئے کو پھر ادھر راہ
یہاں دم مارنے کا کس کو یارا — نہیں بندے کو غیر از صبر چارا
چلا آیا ہے اول سے یہی ڈول — یقینی ہے کسی عارف کا یہ قول
اگر صد سال باشی ور بہ یک روز — بباید رفت ازیں کاخ دل افروز
نہ جان اشکال عالم دیرپا ہیں — یہ سب سیلی خور دست قضا ہیں
پکے ہیں ہزاروں لالہ و گل — نہ پائے اس چمن کے سنبل و گل
یہ جتنا تختۂ روئے زمیں ہے — ہر ایک خطرہ پہ یہاں ایک نازنیں ہے
جو آیا اس گذرگہ میں سو گذرا — نہ وامق ہی رہا آخر نہ عذرا
نہیں جز نام کچھ پیشیں سے اب یاد — کہاں شیریں گئی کیدھر ہے فرہاد
یہی خورشید ہوتے اور یہی ماہ — یہی وضع زمانہ اور یہی راہ
کچھ اسبابوں سے یہاں کے کم نہو دیں — یہ سب کچھ ہوں پہ نہیں اک ہم نہو دیں
بس اس صورت میں کیجے کس کا ماتم — ہے اپنا حال جائے گریہ و غم
غرض سمجھا کے اُن کو چار و ناچار — کہا ہر ایک نے ہے اب صبر درکار
نہ دیکھا جب انھوں نے کچھ بھی حاصل — غم خاطر سے غیر از کاہش دل
اٹھا بار رفت غم وہاں سے بصد جبر — کیا صرف گریباں رشتۂ صبر
گئے گھر کو بجیندیں محنت و غم — ہے جس صورت سے رسم اہل ماتم
الا اے واقف راز نہانی — نہ جان اس بات کو میری کہانی
ٹک اس عشق مجازی کو تو کر غور — کہ ہر گہ ہو دیں اس بازی کے یہ طور
کہ ہو جب ساز اس کا وحدت آہنگ — کرے معشوق سے عاشق کو ہمرنگ
تو وہ معشوق معنی جس سے ہم سب — ہیں جو آئینہ سرتا پا لبالب

جو ہم سے مٹ گیا اپنے منہ کو لے پھیر — تو ہم کیا ہیں یہی اک خاک کا ڈھیر
کرے ہم پر جو استیلا وہ احوال — ہو کیونکر نہ بلے بود پا مال
کریں گم اس انانیت کو مطلق — نہ پاویں آپ میں جز ہستی حق
ہر صورت عجب کچھ ہیں وہ احباب — کہ ہیں جوں قطرہ اس دریا میں نایاب
ہوئے ہیں ذات حق میں اس طرح غرق — کہ ہے دشوار اپنا آپ انھیں فرق
کہوں آگے میں کیا حرف و حکایات — کہ کہنے میں نہیں آتی ہے یہ بات
بس اب قائم خموشی پیشہ کر تو — سخن کے طول سے اندیشہ کر تو
کہ اس حسن تکلم پہ طول است — مبادا ہو کسو دل کو ملالت

در ختم سخن

سخن ہے گرچہ اب دل میوۂ لب — پہ خاموشی کو ہیں کر شیوۂ لب
کہ اکثر بات میں سہو و خطا ہیں — لہذا چپ ہیں جو حرف آشنا ہیں
کسو جا گہ یہ تیں دیکھا ہو تو کہہ — کہ ہووے معترض حرف نگفتہ
دگر شاخ سخن طوبے کی ہے نخل — ہے دائم ساتھ اس کے تیشۂ دخل
چنانچہ میں جو یہ قصہ کیا نظم — کہ ہو جو تا قیامت رونق بزم
کئی ہفتے دماغ اپنا جلایا — بہت سا خون دل بیہودہ کھایا
بہر صورت کہا سو گفتہ لیکن — یہی اب سوچ ہے خاطر میں نسدن
کہ یارب پڑیو ایک ایسے کے یہ ہاتھ — کہ جو لکھوے اسے اشفاق کے ساتھ
اگر دیکھے کہیں سہو و خطا سے — کرے پوشیدہ دامان عطا سے
دگر ہو لفظ یا معنے میں خامی — تو مثل قول مولانائے جامی
بقدر وسع در اصلاح کوشد — وگر اصلاح نتواند خموشد
الا اے ساقی خلوت سرانجام — کلاہ سرو مینا کر گل جام
کہاں تک یہ لب واہی ترا[illegible] — ہوں مشغول [illegible] واہیانہ
اٹھی سب بزم آیا وقت خفتن — ہے اب گفتن سے اولیٰ تر نہ گفتن

ت نہ کہنے میں یہ سب مطلب ادا ہیں۔